

تقتیدی مضمون

وہ مضمون جس میں کسی ادبی صنف، کسی ادبی تحقیق یا کسی ادبی نظریے کے مختلف پہلوؤں پر رائے زنی کی جائے تقتیدی مضمون کہلاتا ہے۔ ادب میں تقتید کا مفہوم بڑا وسیع ہے۔ اس کے تحت ادبی تخلیقات کی خوبیوں اور خامیوں کی نشاندہی کی جاتی ہے۔ ہر فن کے کچھ اصول ہوتے ہیں، جن کی روشنی میں فن اور ادب کی جائج کی جاتی ہے۔ تقتیدنگار کے لیے ذاتی پسند و ناپسند سے زیادہ اہم وہ معیار ہوتے ہیں جن کی قدر و قیمت ہر زمانے میں برقرار رہتی ہے۔

ہم جب کسی ادبی تخلیق کو پڑھتے ہیں تو وہ ہمیں متاثر کرتی ہے۔ یہ تاثرا چھا بھی ہو سکتا ہے اور بُرا بھی۔ یہ تاثر وقتی بھی ہو سکتا ہے اور مستقل بھی۔ چوں کہ ہم میں زیادہ تر لوگ ادب کو وقت گزاری کی چیز سمجھتے ہیں اور اس سے صرف تفریح حاصل کرنا چاہتے ہیں اس لیے ہم بالعموم کسی تخلیق کو بار بار نہیں پڑھتے۔ جب کہ تقتیدنگار ادبی تخلیق کا ایک سے زیادہ بار مطالعہ کرتا ہے اور ہر بار وہ ایک نئے تاثر سے دوچار ہوتا ہے۔ بہت سے تاثرات سے گزرنے کے بعد وہ اُن کی چھان پھٹک کرتا ہے۔ اس طرح اُس تخلیق کی زیادہ سے زیادہ خوبیاں اور خامیاں اُس پر واضح ہوتی جاتی ہیں۔ اس عمل سے گزرنے کے بعد ہی تقتیدنگار کسی نتیجہ تک پہنچتا ہے۔

تقتید، تشریح اور تجزیہ ہی نہیں کرتی، ادبی تخلیق کے بارے میں ایک سوچی سمجھی رائے بھی دیتی ہے۔ حالی، شلی اور محمد حسین آزاد کے دور کے بعد جن فقادوں کی تحریریں ہمارے لیے خاص اہمیت رکھتی ہیں ان میں عبدالرحمٰن بخاری، مسعود حسن رضوی ادیب، مجنوں گورکپوری، احتشام حسین، آل احمد سرور، کلیم الدین احمد وغیرہ کے نام نمایاں ہیں۔

اختشام حسین

1912 ۱۹۷۲



سید اختشام حسین اعظم گڑھ کے ایک گاؤں ماحل میں پیدا ہوئے۔ تعلیم اعظم گڑھ اور الہ آباد میں حاصل کی۔ 1932 کے آس پاس ان کی ادبی سرگرمیوں کا سلسلہ شروع ہوا۔ ابتدا میں افسانہ نگاری اور ڈرامانویسی کے ساتھ ساتھ نظمیں اور غزلیں بھی لکھتے رہے۔ بعد میں تقدیم پر توجہ کی۔ 1936 میں الہ آباد یونیورسٹی سے ایم۔ اے کیا۔ 1938 میں لکھنؤ یونیورسٹی کے شعبہ اردو میں استاد مقرر ہوئے۔ 1952 میں راک فیلر فاؤنڈیشن کی مدد سے امریکا اور انگلستان کا سفر کیا۔ 1961 میں الہ آباد یونیورسٹی میں اردو کے پروفیسر مقرر ہوئے۔ انتقال الہ آباد میں ہوا۔

اختشام حسین نے علم زبان سے متعلق جان بیز کی انگریزی کتاب کا ترجمہ "ہندوستانی انسانیات کا خاکہ" کے نام سے کیا۔ اس کے علاوہ افسانوں کا مجموعہ "دیرانے" اور سفرنامہ "ساحل اور سمندر" کے نام سے شائع ہوا۔ پھر کے لیے "اردو کی کہانی" لکھی۔ ہندی میں اردو ادب کی تاریخ "اردو سماہیہ کا آلوچنا تک اہماس" کے عنوان سے مرتب کی۔

اختشام حسین کا اصل میدان تقدیم ہے۔ وہ ترقی پندر تحریک سے شروع سے وابستہ رہے۔ اشتراکیت میں یقین رکھتے تھے۔ لہذا اپنی تقدیمی تحریروں میں انہوں نے اسی نظریے کی روشنی میں زندگی اور ادب کے مسائل کو سمجھنے اور سمجھانے کی کوشش کی ہے۔ تقدیمی مضامین کے متعدد مجموعے شائع ہوئے ہیں۔ چند کے نام درج ذیل ہیں:

"تقدیمی جائزے" ، "روایت اور بغاوت" ، "ادب اور سماج" ، "تقدیمی اور عملی تقدیم" ، "ذوق ادب اور شعور" ، "افکار و مسائل" اور "اعتبار نظر" وغیرہ۔

پیش نظر مضمون "اعتبار نظر" سے مأخوذه ہے۔ اس میں رتن ناتھ سرشار کے ناول "فسانہ آزاد" کے مشہور مزاجیہ کردار "خوجی" کا تجزیہ کیا گیا ہے۔

خوبی۔ ایک مطالعہ

کبھی کبھی تو خوبی پر غور کرتے ہوئے یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ اسے صرف لکھنؤ کا انسان سمجھنا اس کی عظمت اور آفاقت کی توجیہ ہے۔ وہ ہر ایسے عہد میں پیدا ہوتا ہے جب اس دور کی صداقت پر شک ہونے لگتا ہے۔ وہ شیکسپیر کو فالسٹاف اور کنگ لیتر کے درباری ظریف کی شکل میں ملا تھا۔ سروینیز نے اسے ڈان کونکروٹ اور سینکوپائز کے لباس میں پایا تھا۔ سرشار نے اسے خوبی کے بھیں میں ڈھونڈنکالا اور نشی سجاد حسین نے حاجی بغلول کہہ کر پکارا۔ وہ ہر دفعہ عاقلوں کی دنبیا پر تقید کرنے کے لیے اٹھتا ہے اور اپنی احمقانے باتوں سے بہت سی ایسی صداقتوں کی طرف اشارہ کر دیتا ہے، سنجیدگی جس کی متحمل نہیں ہو سکتی تھی۔ ہاں، یہ نہ بھولنا چاہیے کہ لکھنؤ اور سرشار خوبی ہی کو جنم دے سکتے تھے۔

خوبی سے ہماری بہی ملاقات نواب صاحب کے تاریخی ٹیڑھ صفت سنکن علی شاہ کے گم ہو جانے کے وقت ہوتی ہے، جہاں بہت سے مصاحب نواب صاحب کو ٹیڑھ کی گم شدگی پر تعزیت دے رہے ہیں، وہاں خوبی بھی ہے۔ اس میں کوئی خصوصیت ایسی ضرور ہے کہ وہ بہت جلد ہمیں اپنی طرف متوجہ کر لیتا ہے۔ اس کی تیز زبانی، اس کے فقرے، اس کی خالص افیونیوں کی سی گفتگو، سب میں ایک ذہین بھائڑ کی کیفیت ہے۔ شروع میں ایسا نہیں معلوم ہوتا کہ آگے بڑھ کر اس کی ہستی افسانے پر چھا جائے گی اور جہاں وہ نہ ہوگا، وہاں ”فسانہ آزاد“ کی دلکشی کو گہن لگ جائے گا۔ لیکن جب نواب صاحب کی زبانی یہ معلوم ہوتا ہے کہ خوبی کی عمر ساٹھ سال ہے تو ہمیں اس کی باتوں میں ایک طرح کا مزا آنے لگتا ہے۔ وہ اپنے خیال میں سنجیدگی سے رائے دے رہا ہے لیکن ہر شخص اسے چھیڑتا ہے۔ وہ بھی خاموش نہیں رہ سکتا۔ ہر بات کا جواب دینا ضروری ہے۔ ہر جگہ اپنی برتری جتنا ضروری ہے اور ہر شخص پر تقید کرنا لازی ہے۔ یہیں ہمیں اس کی سیرت کے ابتدائی نقشہ مل جاتے ہیں، جن کا زیادہ حصہ کتاب کے ختم ہونے تک باقی رہتا ہے۔ اس کے ڈرنے اور نفرت کرنے کی چیزوں میں پانی ہے جس کے نام سے وہ پناہ مانگتا ہے۔ آگے چل کر اس میں کمہار اور، از عفران کا اضافہ ہو جاتا ہے۔ اس کی پسند کی چیزیں افیون اور گلتا ہیں۔ چونکہ اس کا کردار مبالغہ آمیز اور غیر معتدل ہے اس لیے اس کی پسندیدگی اور ناپسندیدگی محبت اور نفرت ہر چیز جلد جلد نمایاں ہوتی رہتی ہیں۔

خوبی اپنی عام گفتگو میں اپنا مذہب اور اپنی قومیت ہندوستانی ظاہر کرتا ہے۔ لیکن جب تہذیب کے امتحان کا وقت آتا ہے تو

وہ خالص مسلمان بن جاتا ہے۔ قدیم اور جدید میں اس کے انتخاب اور اجتناب کی حدیں واضح ہو جاتی ہیں۔ وہ سڑک کے کنارے بیٹھے ہوئے کتابیے کے یہاں سے کتاب خرید کر کھانے کو برائیں سمجھتا کیونکہ ایسا ہوتا آیا ہے لیکن ہوٹل میں جا کر کھانے کو وہ شرعاً ناجائز خیال کرتا ہے کیونکہ اسے یقین ہے کہ وہاں شراب ضرور پینا پڑتی ہے اور سوئر کے گوشت سے تو چھکارا ہی نہیں۔ انھیں باتوں سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ خوبی میں درحقیقت وہ طنز ہے جو ایک مٹی ہوئی تہذیب، معاشرتی تغیرات کے خلاف اپنے آخری حرbe کے طور پر استعمال کرتی ہے۔



یہ کبھی نہ بھولنا چاہیے کہ آزاد اور خوبی مل کر اس وقت کی زندگی کی تصویر ہناتے ہیں۔ ایک کے بغیر دوسرا ادھورا رہ جائے گا، ایک دوسرے کے لیے عقیز میں کام دیتا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ سرشار نے ایک ہی کردار کے دو بلکڑے کر دیے ہیں۔ انسانی سیرت کے جن پہلوؤں میں ان کو بلندی فکر اور ربط نظر آیا، وہ آزاد کے لیے مخصوص کر دیے اور جن میں پستی فکر اور بے ڈھنگا پن تھا، وہ خوبی کے سرمنڈھ دیے چنانچہ دونوں کا تقابلی مطالعہ بڑی آسانی سے کیا جاسکتا ہے۔ اگر میاں آزاد عالم فاضل ہیں تو خوبی بھی اپنی علمیت کا اظہار کرتا رہتا ہے۔ وہ آزاد کے ساتھ ساتھ فیضی کی غزلوں کے اشعار پڑھتا ہے۔ وہ طبیبوں کے لکھے ہوئے نسخے پر اعتراض کرتا ہے۔ وہ لکھا پڑھا ہے اور نظمیں لکھا کرتا ہے۔ اگرچہ اس کی علمیت بھی بے سلیقگی کا شکار ہے۔ حق یہ ہے کہ جب انسان کا علم نامکمل اور بے ترتیب ہوتا ہے تو اس میں دونوں پہلو نکلتے ہیں۔ میاں آزاد بہادر ہیں تو خوبی بھی اپنی بزرگی کو عمل کے پردوں میں چھپا نے

کی کوشش میں مصروف ہے۔ عاشقِ مژاجِ دونوں کے عشق میں ایک عجیب طرح کی ناہمواری ہے۔ فرقِ صرفِ مذاقِ سیم کی اور حسینِ انتخاب کا ہے۔ ظرافت اور بذلِ بخشیِ دونوں کے یہاں ہے، لیکن سطح کا فرق ہے۔ اس طرح یہ نظر آنے لگتا ہے کہ خوبی اور آزادِ دونوں مل کر ایک مکمل تصویر بناتے ہیں، علاحدہ علاحدہ ان میں سے کوئی بھی مکمل نہیں۔ خوبی کی سیرت آزادی کی صحبت میں نمایاں ہو سکتی تھی۔ دوسرے کے ساتھ اور دوسرے ماحول میں دب کر رہ جاتی۔ وہ آزادی کی بگڑی ہوئی شکل ہے۔ آزاد کو بگاڑ دیا جائے تو وہ خوبی بن جائے گا اور خوبی کو سنوار دیا جائے تو وہ آزاد کے قریب پہنچ سکتا ہے۔

لیکن خوبی، آزاد کا ایک بگڑا ہوا خاکہ ہونے کے باوجود، اپنی ہستی ہم سے منواليتا ہے اور سنجیدگی کی دنیا سے باہر نکل کر ہم سے سنجیدہ تنقید کے سارے حرے چھین لیتا ہے۔ لا ابائی پن کے باوجود اس میں ایک تسلسل ہے۔ اس کی افیون کی ڈبیا، اس کے چند زبانِ زلف فقرے، قروی کی ہر قدم پر یاد، آزاد سے محبت، پانی سے خوف، اپنی کمزوریوں اور غلطیوں سے بے خبر ہونا، اپنے کو حسین اور خوب صورت سمجھنا، اکڑ، غصہ، یہ سب اور ایسی بہت سی دوسری باتیں ہندوستان اور ہندوستان کے باہر اس کے ہر عمل اور فعل سے ظاہر ہوتی ہیں۔ کوئی شخص اس سے سنجیدگی سے باتمیں کرنا چاہتا ہے، وہ اپنی نفسی کجر وی کی وجہ سے بھی سمجھتا ہے کہ اس کا مذاق اڑا رہا ہے۔ کوئی عورت اس کا قد اور چہرہ دیکھ کر ہنسنے ہے تو وہ سمجھتا ہے کہ اس کی تیز نگاہ سے گھائل ہو گئی۔

خوبی میں ایک دنیا دار آدمی کا تمدّر بھی ہے۔ میاں آزاد یہاں ہوتے ہیں۔ حکیم صاحب جوانہ میں دیکھنے آتے ہیں، وہ نیم حکیم ہیں۔ خوبی ایک تمدنی مرکز سے تعلق رکھنے کی وجہ سے انھیں بجانپ لیتا ہے اور قروی کی دھمکیوں سے انھیں بھگا کر خود نسخہ لکھتا ہے۔ سرا میں ایک قتل ہو جاتا ہے تو خوبی ہی تدیریتا ہے کہ کس طرح وہ اور اس کے ساتھی اپنی بے گناہی ثابت کر سکتے ہیں۔ اس میں اتنی سمجھ ہے کہ وہ داروغہ کی رشتہ میں شریک ہو جائے اور بہروپیے کی شرارتوں کا بدلا اس کی بیوی سے لے۔

خوبی کی اکڑ جس سے اُسے کافی نقصان پہنچتا ہے، اس کے احساس برتری کی مظہر ہے۔ وہ اپنانام کم سے کم مفتی خواجه بدائع صاحب علیہ الرحمۃ والغفران بتاتا ہے۔ ہار جانے کے بعد ہار نہیں مانتا۔ مار کھانے کے بعد اپنی قروی کو ضرور یاد کرتا ہے۔ اگر وہ ایسا نہ ہوتا تو ”فسانہ آزاد“ کی شکل ہی کچھ اور ہوتی۔ کیونکہ وہی ہے جو اس طویل کتاب کو خشک ہونے سے بچا لیتا ہے۔

خوبی کی وہ خصوصیت جو اُسے زوال آمادہ جاگیر دارانہ تمدن کا خاص کردار بناتی ہے، اس کا جذبہ وفاداری ہے۔ جب وہ نواب صاحب کے یہاں تھا، تو ان کا نمک خوار ہونے کی حیثیت سے ان کی محبت کا دم بھرتا تھا اور جب یہی وفاداری آزاد کی طرف منتقل ہو گئی تو وہ ان کے لیے اپنی جان کو مصیبتوں میں ڈالنے کے لیے آمادہ دکھائی دیتا ہے۔ وہ بنا ہوا درباری ظریف یا بھائٹ نہیں ہے بلکہ ایک نفسیاتی کردار ہے، جس میں سچائی اور اپنی فطرت کے ساتھ خلوص پایا جاتا ہے۔ جب نواب صاحب کا بیڑ

صف شکن علی شاہ گم ہو گیا اور اس کی تلاش میں لوگ نکل کھڑے ہوئے، اس وقت آزاد نے بھی بیٹر کوڑھونڈ نکالنے کا وعدہ کیا۔ خوچی اپنے ولی نعمت (نواب صاحب) کی وفاداری میں آزاد پر اعتبار نہیں کرنا چاہتا۔ شاید نواب کو جل دے جائیں اور بیٹر کے ساتھ ساتھ ان کا غم بھی نواب کو لگ جائے۔ پھر جب آزاد کے ساتھ اس کی وفاداری اور محبت کی آزمائش کا وقت آتا ہے تو اسے آزاد ہی کی بھی خواہی سے کام ہے۔ وہ آزاد کو ایسی خصیتیں کرتا ہے جو صرف ایک خیر خواہ ہی کر سکتا ہے۔ جیسا کہ ابھی کہا گیا، اس کی زندگی میں کسی قسم کی بناوٹ نہیں معلوم ہوتی اور اگر ہے تو اتنی گہری ہے کہ وہ اس کی فطرت کا جزو بن گئی ہے، جسے کسی وقت اُس کی ذات سے علاحدہ نہیں کیا جاسکتا۔ بالکل یہی بات اس معاشرت کے لیے بھی کہی جاسکتی ہے جس سے اس کا تعلق تھا۔ معاشرت میں یہ چیز بہت جلد نمایاں ہو جاتی ہے۔

خوچی کی تصویر ہر کردار نے اپنے اپنے مذاق کے مطابق کھینچی ہے۔ اگر سب کو اکٹھا کریں تو سرشار کی زبان میں کہہ سکتے ہیں کہ خوچی جسم شامت، پستہ قامت، کوتاہ گردن، تنگ پیشانی، خباشت اور شراست کی نشانی تھا۔ سرشار نے خباشت کا لفظ کچھ زیادہ مناسب نہیں استعمال کیا ہے، کیونکہ اس کے نفس میں کینہ پروری نہیں پائی جاتی۔ ہاں، اس میں اور عیوب ضرور ہیں۔ بیچارے کی صورت ایسی ہے کہ کوئی اسے شریف نہیں سمجھتا۔ یہاں تک کہ خود اسے اپنی شرافت پر شک ہونے لگتا ہے اور وہ اپنی صورت دیکھنے کے لیے آئینہ مانگتا ہے۔ خوچی کو اپنے خاندان اور آباد اجداد کی بھی ٹھیک خبر نہیں۔ ایک جگہ پرتو اپنے فن کی وصیت کے سلسلے میں کہتا ہے کہ میں جہاں بھی مر دوں، مجھے میرے والد کے پہلو میں فن کرنا۔ لیکن پھر خیال آتا ہے کہ خدا جانے والد تھے بھی یا نہیں۔ اگر تھے تو نہ جانے کب اور کہاں مرے، کہاں فن ہوئے، اس لیے فوراً بول اٹھتا ہے کہ جو سب سے اچھی قبر دکھائی دے، اس کے والد کی قبر تسلیم کر لی جائے اور اسی کے پہلو میں اسے فن کر دیا جائے۔ اگر اس خیال کا تجھیہ کیا جائے تو شرافت کے پرانے معیار پر ظفر کے عجیب و غریب پہلو پیدا ہوتے ہیں۔ جس وقت شرافت کا معیار بدلتا ہے، اس وقت خوچی کی زبان سے ایسے شکوک کا اٹھاہار بہت ہی بامعنی ہے۔

محض یہ کہ خوچی ہندوستان میں ہو یا روس، ٹرکی اور پولینڈ میں، وہ اپنی خصوصیتیں اپنے ساتھ لیے پھرتا ہے۔ وہ اپنی تہذیب کا علم بردار ہے۔ اس کا لا ابالی پن اسے بد دل ہونے سے اور اس کا یقین اسے ٹکست کھانے سے بچاتا ہے۔ اسے دیکھ کر ہماری نظر میں زندگی کے بڑے بڑے سوال بے معنی نظر آنے لگتے ہیں اور اس کی بے اصولی ماحول پر قبضہ جمالیتی ہے۔ اس کی بنائی ہوئی دنیا میں ہم مزے لے لے کے سیر کر سکتے ہیں اور ہمیں احساس بھی نہ ہوگا کہ ہم کس قدر غیر سنبھیڈہ ہو گئے ہیں۔

(احتشام حسین)

مشق

لفظ و معنی

عقل	:	عقلمند
متجمل	:	برداشت کرنے والا
صف شکن	:	صفوں کو توڑ دینے والا، بہادر
گم شدگی	:	کھو جانا
مبالغہ آمیز	:	حد سے بڑھا ہوا، غیر معمولی
غیر معتدل	:	جس میں اعتدال نہ ہو، حد سے گزر جانے والا
اجتناب	:	پرہیز
تغیرات	:	تبديلیاں
حرب	:	ہتھیار
عقبی	:	پچلا
فیضی	:	فارسی کا ایک مشہور شاعر جو مغل بادشاہ اکبر کا درباری تھا
مزاق سليم	:	اچھا ذوق
حسن انتخاب	:	انتخاب کا سلیقہ
بذله سنجی	:	ظرافت، فقرے بازی
زبان زد فقرے	:	وہ فقرے جو زبان پر چڑھے ہوئے ہوں
قرولی	:	ایک قسم کا چاقو، خنجر، کٹاری
کجرولی	:	ٹیڑھاپن
زوال آمادہ	:	زوال پذیر، جو پستی کی طرف جائے
نمک خوار	:	نمک کھانے والا مطلب وفادار

جُل	:	دھوکا
بھی خواہی	:	بھلا چاہنا، خیرخواہی
خیرخواہ	:	بھلائی چاہنے والا
کینہ پروری	:	چھپی ہوئی دشمنی، دشمنی پالنا
عیوب	:	عیوب کی جمع، برائیاں

غور کرنے کی بات

- خوچی، پنڈت رتن ناٹھ سرشار کی داستان نما ناول فسانہ آزاد کا مشہور کردار ہے۔
- سید احتشام حسین نے خوچی کے کردار کی اہمیت بتاتے ہوئے یہ تیجہ اخذ کیا ہے کہ سرشار نے ایک ہی کردار کے دو طورے کر دیے۔ ایک حصہ میاں آزاد کی شکل میں ظاہر ہوا اور دوسرا خوچی کی صورت میں۔
- مصنف کے مطابق خوچی لاپرواہ، مغرب اور غصہ و رہونے کے باوجود دوستوں کی محبت کام بھرنے والا، لوگوں کے کام آنے والا اور معاملات کو سمجھداری سے سنجھانے والا کردار ہے۔
- مصنف کے مطابق خوچی فسانہ آزاد میں دل چھپی پیدا کرنے والا مسخرہ نہیں ہے بلکہ اس کا کردار لکھنؤ کی زوال پذیری معاشرت کی علامت ہے۔

سوالات

- .1 خوچی کا حلیہ بیان کیجیے۔
- .2 خوچی کو مغرور ثابت کرنے کے لیے کیا دلیلیں پیش کی گئی ہیں؟
- .3 خوچی کے جذبہ و قادری کے بارے میں مصنف کی کیارائے ہے؟
- .4 خوچی اور آزاد کے کرداروں میں کیا مطابقت ہے؟

عملی کام

- اپنے استاد کی مدد سے فسانہ آزاد کا وہ حصہ پڑھیے جس میں سرشار نے خوچی کا تعارف کرایا ہے۔